کاشن ردیا کا زندہ دل شاعر، تقی عابدی

تقی عابدی اپنے مسقط الراس سے بظاہر بہت دور شمالی امریکہ اور کینیڈا میں بستے ہیں۔ بظاہر دور میں نے یوں کہا کہ بباطن وہ آج بھی اپنے آبائی وطن عزیز سے بہت قریب ہیں اور ان کا دل جنوبی ہند کے سیاسی و سماجی نشیب و فراز کے ساتھ دھڑکتا ہے۔ دل کی یہ دھڑکن ایشیائی مسلم ممالک کے نشیب و فراز تک محدود نہیں رہتی بلکہ یہ انسانی سطح پر دنیائے اسلام کے سارے خطوں کے تغیرات سے منسلک ہو جاتی ہے۔ ایسا ہونا نہ تو بے سبب ہے اور نہ اتفاقی و لاشعوری ہے بلکہ تقی عابدی کے افتادِ طبع کے عین مطابق ہے، سوچا سمجھا ہے اور شعوری ہے، اس لئے کہ وہ اس محدود جمہوریت یا نظامِ حکومت کے قائل نہیں ہیں جو وطنیت کی تنگ نظری اور علاقائی قومیتوں کی حد بندی سے جنم لے کر انسانی معاشرے کی تباہی کا سبب بن جاتی ہے بلکہ وہ ایسے جمہوری نظام کے قائل ہیں جو انسانی قدروں اور انسان کے بنیادی حقوق کے مستقل تحفظ کی اساس پر استوار کیا گیا ہو، چنانچہ تقی عابدی کی شاعری میں محدود وطنیت کی نہیں بلکہ عالمی وطنیت و اخوت کی گونج صاف سنائی دیتی ہے۔ وہ اقبال کے باشعور پرستاروں میں ہیں اور انہیں کی طرح اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ

درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دلی نہ صفاہاں نہ سمرقند

نتیجتاً ان کی شاعری نے شاعر کی زندگی کی ترجمان کہنا چاہئے اپنے مخاطب کے حوالے سے مقامی نہیں رہتی بلکہ عالمگیر بن جاتی ہے اور پاک و ہند سے آگے بڑھ کر کشمیر، افغانستان، بوسنیا اور فلسطین کے دور دراز علاقوں کے باسیوں کو بھی اپنا مخاطب بنا لیتی ہے۔

اردو اور فارسی ادب کے باب میں تقی عابدی کا مطالعہ، قابلِ رشک حد تک وسیع ہے۔ وہ اردو فارسی دونوں زبانوں کے مزاج شناس، ان کے تاریخی و ثقافتی پس منظر سے واقف اور

ان کے نمائندہ شعراء کے محاسن و کمالات سے پوری طرح باخبر ہیں۔ سخن گوئی کے ساتھ ساتھ وہ سخن شناسی کا بھی سچا ذوق رکھتے ہیں۔ عروض و علم بیان کے رموز و نکات سے بھی بے بہرہ نہیں ہیں۔ وہ المعجم فی المعیار الاشعار و العجم سے لے کر پروفیسر نائل خانلری کی انتقاد عروض در زبانِ فارسی تک کی شناوری کر چکے ہیں اور قدیم ادب کی راہوں اور منزلوں سے بھی اتنا ہی واقف ہیں جتنا کہ جدید سے۔ انہیں غالب اور علامہ اقبال سے خاص لگاؤ ہے اور علامہ اقبال کے فلسفہ' پیغام و عمل اور فکر و فن کے حوالے سے وہ علی شریعتی کی طرح اقبال کے پرستار و شیدائی ہیں چنانچہ تقی عابدی کی شاعری خصوصاً" ان کی نظموں میں جذبہ ملی ی جو بلند آہنگی نظر آتی ہے وہ علامہ اقبال اور ان کی شاعری کے اثرات کا ثمر ہے۔

تقی عابدی کا تازہ مجموعہ کلام "گلشن رویا" طرح طرح کے پودوں اور پھولوں سے سجا ہوا ہے۔ اس میں غزلوں اور نظموں کے ساتھ حمد و نعت' منقبت و قطعات سبھی کچھ شامل ہیں اور سب میں فکر و فن کی قابل توجہ رعنائیاں موجود ہیں۔ نظموں میں ملی زاویۂ نظر سے 'کشمیر' فریاد مسجد اقصیٰ' بوسنیا' جستجو' نہج البلاغہ' عید الفطر اور خالص فکری نہج سے بچوں کی ہنسی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آخر الذکر نظم "بچوں کی ہنسی" تو ایسی فکر انگیز اور خوبصورت نظم ہے جسے اپنے موضوع ی نُدرت اور فنی تموج کی بنا پر جدید اردو نظموں کے ذخیرے میں ایک گراں قدر اضافہ خیال رنا چاہئے۔ اس نظم کو تقی عابدی جس اندازِ خاص سے پڑھتے ہیں وہ الگ ایک سماں باندھ یتا ہے اور مجمع کو دیر تک اپنے سحر میں لئے رہتا ہے۔

تقی عابدی کی غزلیں بالعموم چھوٹی بحروں میں ہیں اور جذبات کے آبشار کا عجیب رنگ و آہنگ جماتی ہیں۔ اس جگہ تفصیل میں جانے کا موقع نہیں ہے' البتہ چند منتخب اشعار دیکھتے چلے ان سے اندازہ ہو جائے گا کہ فکر و فن اور جذبات و محسوسات کی سطح پر تقی عابدی کی غزل کا کیا روپ ہوتا ہے۔

وہ آنسوؤں میں مجھ کو بہا کر چلے گئے
سیلاب میری آنکھ کا لیکن رکا نہیں

○

موت پر مجھ کو اختیار نہیں
اس لئے اس کا انتظار نہیں

مثل خوشبو کسی پہ بار نہیں
میں کسی دوش پر سوار نہیں

○

درد میرا ہے کچھ، دوا ہے کچھ
میں نے مانگا تھا کچھ، دیا ہے کچھ

○

انسایا جس کو خدا نے کوئی گرا نہ سکا
گرایا جس کو خدا نے کوئی اٹھا نہ سکا

○

ہر شعر اس غزل کا ہے تیرے لئے مگر
کس کو غزل سناؤں ترے روٹھنے کے بعد

○

اپنا دکھڑا سنا کے دیکھ لیا
جگ کو خود پر ہنسا کے دیکھ لیا
بن ہمارے اجاڑ تھی محفل
اس نے سب کو بلا کے دیکھ لیا

○

نیزے پہ اسی سر کو اٹھاتے ہیں تقی جو
شیطان کی چوکھٹ پہ جھکایا نہیں جاتا

○

دل میں تو ہے تو ہر اک سمت روا ہے سجدہ
سر جھکے میرا جدھر کعبہ ادھر ہوجائے گا

ان اشعار میں جو چیز مشترک ہے وہ جذبے کی صداقت اور بیان کی سادگی ہے۔ ہرچند کہ

بعض اشعار نہایت فکر انگیز ہیں لیکن شاعر کی قادر الکلامی کی معرفت بات ایسی سادگی سے کہہ
دی گئی ہے کہ یک بیک میر تقی میر یاد آجاتے ہیں۔ میر کا کہنا ہے کہ۔

باتیں ہماری یاد رہیں پھر باتیں ایسی نہ سنیئے گا
کہتے کسی کو سنیئے گا تو دیر تلک سر دھنیئے گا

کچھ یہی صورت تقی عابدی کے شاعرانہ لب و لہجے کی ہے۔ نہ کہیں مشکل تراکیب و
الفاظ کا استعمال' نہ استعارات و کنایات کا غیر ضروری ابہام' سچے جذبے کے دباؤ اور بہاؤ کے
تحت ہر خیال و احساس اپنا لفظی پیکر اپنے ساتھ لایا ہے اور شعر کی صورت میں ایسا دل کشا دو
دلپذیر بن گیا ہے کہ قاری اپنے آپ کو اس کی داد دینے پر مجبور پاتا ہے۔ بشرطیکہ اسے خوش
ذوقی اور سخن فہمی کی توفیق بطور عطیہ الٰہی میسر ہوئی ہو۔

میری دعا ہے کہ تقی عابدی کا "گلشن رویا" سدا شاداب و آباد رہے اور اس کی تعبیرات'
رویائے صادقہ و رویائے صالحہ کی مثل و نظیر بن جائیں۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری